دار العلوم حقانیہ کے گیارہ سال مکمل ہونے پر

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا امراء اور حکام کو چیلنج

مغربی پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں اسلام کی جو خدمت ایک عالم دین مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے کیا امراء اور حکام سب نے مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، اتنی کی ہے؟ حالانکہ آپ نے مملکتِ پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے

شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ اور مرکزِ علم دار العلوم حقانیہ دونوں اوّل روز سے اکابر علماء دیوبند، مشائخ و اساطینِ علم کے منظورِ نظر، توجہ و عنایت اور دلچسپیوں کا محور رہے ہیں شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ فکرِ ولی اللّٰھی کے ترجمان، قرآن حکیم کے عظیم شارح اور عظیم مفسر تھے۔ ان کا علمی و دینی اور روحانی مقام مسلّم اور تمام مکتبِ فکر میں اُن کی شخصیت ہر لحاظ سے قابل قدر تھی۔ ان کے تلامذہ پورے برصغیر میں پھیلے ہوئے اور مصروفِ خدمتِ دین ہیں۔ دار العلوم حقانیہ قائم ہوا تو یہاں کے فضلاء شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کی ترغیب سے حضرت لاہوریؒ کے ترجمہ و تفسیرِ قرآن کیلئے لاہور جایا کرتے تھے۔ حضرت لاہوریؒ کو بھی پاکستان کے حالات بالخصوص سرحد اور افغانستان کی قربت کے لحاظ سے اور دار العلوم حقانیہ کے طریق کار اور نظام تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اس کی اہمیت کا اندازہ تھا اور وہ اسے اپنا دار العلوم سمجھتے تھے۔ ابھی دار العلوم کو قائم ہوئے گیارہ سال ہوئے تھے کہ حضرت لاہوریؒ نے ہفت روزہ "خدام الدین" میں اپنی تحریر سے دار العلوم حقانیہ کو سامنے رکھ کر حکومتِ پاکستان، وزارتِ تعلیم، اُمراء و حکام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو چیلنج کیا۔ ذیل میں حضرت لاہوریؒ کی وہی تحریر ہفت روزہ "خدام الدین" (۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء) سے منقول ہے۔ جس سے شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ کے کردار کے ایک اہم گوشہ اور دار العلوم حقانیہ کی عظمت و رفعت پر روشنی پڑتی ہے ——— (ادارہ) ———

اے تعلیمیافتہ حضرات! اگر آپ اجازت دیں تو کیا آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے قومی خزانے سے آج تک لاکھوں روپیہ بصورتِ تنخواہ وصول کیا اور لاکھوں روپیہ غیر ممالک کی سیر و تفریح میں خرچ کیا اور دوسرے ممالک میں اجنبی عورتوں سے ڈانس بھی کیا، پاکستانی روپے سے غیر ممالک میں جا کر دوسروں کو خوب شراب پلائی اور خود بھی پیٹ بھر کر پی۔ اس غریب اور مفلس قوم کا روپیہ برباد کر کے اپنی قوم کا کیا بھلا کیا ہے؟ آپ نے وہی کیا جو اپنا کچا چٹھا سن چکے ہیں۔ بایں ہمہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں۔ میرے تعلیمیافتہ بھائیو! مسلمان کا ایمان ہے کہ قیامت آنے والی ہے، اُس دن ہر ایک انسان سے اُس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا کہ اپنے خالق کے لیے کیا کیا تھا؟ اور اس کے دین کی کیا خدمت کی تھی اور خود دینِ الٰہی کی کتنی پابندی کی تھی؟ اُس دن کیا جواب دیں گے؟ کیا اس دن آپ یہی جواب دیں گے کہ شراب پیا کرتے تھے، پرائی عورتوں سے ڈانس کیا کرتے تھے، ثقافتِ اسلامی کے نام سے رقص و سرود کی محفلیں رچایا کرتے تھے اور اَسّی اَسّی ہزار روپیہ اے اللہ تیرے بندوں کی کمائی کا (جو ٹیکسوں سے وصول کیا کرتے تھے) ان رنگ رلیوں پر صرف کیا کرتے تھے۔ اور جب علماء دین ان حرکتوں پر ہمیں متنبہ کیا کرتے تھے تو ہم جواب میں کہا کرتے تھے کہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں، مولوی کیا جانتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

میرے بھائیو! خدا سے ڈرو، خدا تعالیٰ قہار ہے جبار ہے۔ جب تمہیں پکڑے گا تو تمہیں اس کی گرفت سے کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔

قرآن مجید کی تعلیم سے بے نیاز ہونے والے بھائیو غور سے سنو!

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا

فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ ۝ (سورۃ آیت)

(ترجمہ) "کیا تمہیں ہماری آیتیں نہ سنائی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے اگر پھر کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے، فرمائے گا اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو!"

اب سنئے! اسلام کے حفظ و بقا کے لیے علماء کرام نے کیا کیا!

ہفت روزہ "اقدام" مورخہ ۵ رجنوری ۱۹۵۹ء

مذاکرہ کا افتتاح کرتے ہوئے صدرِ مملکت جناب میجر جنرل سکندر مرزا نے تنگ نظر ملائیت پر بھرپور حملے کرنے کی کوشش فرمائی اور اہلِ علم و نظر کو دعوت دی۔ وہ اسلام کے سرمدی اور جاودانی اصولوں کو ملا ازم کی غلط روایات سے علیحدہ ہو کر ضروریاتِ زمانہ کے مطابق پرکھیں اور مقتضیاتِ حاضرہ پر ان کا انطباق کریں۔

کاش! صدرِ مملکت اس قسم کی فرسودہ اور بے معنی طرزِ تخاطب کی بجائے اس موقعہ پر زیادہ ٹھوس اور زیادہ وزنی ارشادات اپنے نطقِ ہمایوں سے ادا فرماتے۔

ملا ازم کے خلاف ہر تھرڈ کلاس گریجویٹ اور ہر سیاسی نٹ کھٹ گرجنے اور برسنے کا عادی ہے۔ اس لیے صدرِ مملکت نے اس فرسودہ زمین پر طبع آزمائی فرما کر کوئی نئی بات نہیں کی۔ مزا تو جب تھا کہ اس بین الاقوامی اجتماع میں صدرِ مملکت اپنے بلند منصب اور بیش بہا اعزاز کے مطابق تاریخ کی کچھ باتیں بھی کہتے اور حالاتِ حاضرہ کے تقاضوں کے مقابلہ میں اسلام کے موجودہ اور مستقبل کے زوال کا ذکر بھی فرماتے تاکہ صرف قومی اخبارات میں چھپنے کی بجائے اُن کی تقریر دلپذیر بین الاقوامی پریس کے لیے بھی کاپی بن سکتی۔

(۱) کیا صدرِ مملکت کو یہ معلوم نہیں کہ جب برطانوی، فرانسیسی، ڈچ اور ہسپانوی امپیریلزم نے مشرق میں اپنے پاؤں پھیلائے اور ایشیا کے ممالک ان فرمانی طاقتوں کے سامنے پس گئے اور مسلمانوں کی سلطنتوں کے چراغ ایک ایک کر کے گل ہو گئے تو وہ یہی ملا ہی تھے جنہوں نے کرانٹوں کے الحاق اور زندقہ اور ان کی تہذیب و تمدن کے مسموم اثرات سے جمہورِ اسلام کو محفوظ رکھنے کے لیے منظم جدوجہد کی؟

(۲) کیا صدرِ مملکت اس بات سے بے خبر ہیں کہ اگر ملا ازم حاکموں کی فتوحات کے سیلاب کے سامنے اپنے فناٹازم اور شدتِ تعصب کی شکل میں چٹان کی مانند ڈٹ نہ گئی ہوتی تو اس میں جاہ پرست طبقوں سے لے کر مسلم جمہور سب ہی خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے ہوتے۔

(۳) کیا جناب میجر جنرل سکندر مرزا اِس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ سلطنت ختم ہو جانے کے باوجود ملاؤں کی وجہ ہی سے ہماری سماجی زندگی اسلام کے رُخ پر قائم ہوئی؟

(۴) کیا یہ ملا ہی نہ تھے جنہوں نے ہمارے بچوں کی پیدائش پر کان میں اذان کہنے کی رسم اور موت کے آخری دموں پر سورۃ یٰسین کی تلاوت پر اصرار سے مسلم عوام اور خواص میں اسلامی احساس کو بیدار رکھا۔

اگر ملا اس تعصب سے کام نہ لیتے تو آج مسلمانوں کے بچے الیگزنڈر اور جان کہلاتے والے تو ہوتے لیکن اسکندر اور خلیق الزمان کہلانے والے خال خال ہی نظر آتے۔

(۵) آخر یہ کس کا اعجاز ہے کہ سلطنت ختم ہو جانے کے دو سو سال بعد بھی ظلمت کدۂ ہند میں نو دس کروڑ فرزندانِ توحید موجود تھے اور فرنگی کے منحوس اور تاریک سایوں کے باوجود ان کی سیاسی اور سماجی زندگی اپنے انوکھے پن سے قائم تھی۔

(۶) اگر آج بھی تاریخ کا دیانتداری سے مطالعہ کیا جائے تو بیسویں صدی میں اسلامی ملکوں میں نئی قومی تحریکوں میں اُن لوگوں کا ہی ہاتھ تھا جنہیں آج کے پڑھے لکھے جاہل لوگ مُلّا کٹ، مُلّا متعصب اور تنگ نظر کے نام سے پکارتے ہیں۔

(۷) مسلمانوں کی قومی زندگی میں جس قدر قربانیاں مُلّاؤں نے کی ہیں اُس کا عشرِ عشیر بھی فرنگی کی معنوی اولاد نے نہیں کیں۔

حضرت علامہ اقبالؒ نے انہی جذبات سے متاثر ہو کر مُلّا کو اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا تھا ؎

افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلّا کو اس کے دشت و دمن سے نکال دو

تقسیمِ ملک کے بعد علماء کرام نے کیا کیا؟

مملکتِ خداداد پاکستان کی گذشتہ دس سالہ زندگی میں تعلیم یافتہ طبقہ نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ سُن چکے ہیں کہ سوائے پارٹی بازی کی لڑائی کے اور اپنی پارٹی کو برسر اقتدار لانے کے اور ایک دوسرے کی پارٹی کے گرانے کے اور انہوں نے کیا کیا ہے؟ ملک کے باشندے اشیاء کی گرانی کے باعث سخت مصیبت میں مبتلا ہیں، بقدرِ ضرورت کاروبار نہ ملنے کے باعث پریشان حال ہیں ـــ ایک دفعہ میں نے گرم صدری کے لیے کپڑا خریدا جو ۱۹ روپے گز کے حساب سے ملا، درزی میرے ساتھ تھا وہ کہنے لگا جی انگریز کے وقت میں یہ کپڑا ہم ۱۹ آنے گز کے حساب سے خریدا کرتے تھے ـــ علیٰ ھٰذا القیاس ہر چیز کی گرانی ناقابلِ برداشت ہے۔

علماء کرام نے تقسیمِ ملک کے بعد مدارسِ عربیہ قائم کیے ہیں تاکہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرنے والے پیدا ہوں۔ مثلاً:-

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

اس کے بانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ حقانی سابق مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔

کوائف دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

سال گذشتہ رمضان سے پہلے کی رپورٹ

نوٹ: تقسیم ہند کے بعد ۱۳۶۷ھ میں دار العلوم حقانیہ کا سنگِ بنیاد توکلاً علی اللہ دار العلوم دیوبند اور حضرات اکابر کے طریقِ کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے رکھا گیا۔ اللہ کے فضل سے (اب) اُسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اس قلیل عرصہ میں (ابھی دار العلوم کا آغاز ہے) ۳۵۰ طلباء باقاعدہ سندِ فراغت حاصل کر کے ملک و بیرونِ دینی و ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ والحمد للہ

شعبۂ عربی علومِ دینیہ

سالِ رواں ۱۹۵۸ء میں طلباء علومِ دینیہ کی تعداد ——— ۳۳۰

تعداد اساتذہ ——— ۹ عدد

شعبۂ تجوید و قرأت ——— ایک ماہر قاری

شعبۂ افتاء و تبلیغ ——— ایک ماہر و فاضل مفتی

شعبہ تعلیم القرآن (درجۂ پرائمری)

سالِ رواں (۱۹۵۸ء) میں تعداد طلبہ ——— ۵۰۰

تعداد اساتذہ ——— ۷ عدد

نصابِ تعلیم

عصری ضروری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت ——— سنہ ۱۹ء حضرت شیخ العرب والعجم امام العصر مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ اس شعبہ (تعلیم القرآن) کا افتتاح اپنی تشریف آوری کے موقعہ پر فرمایا۔ اس عرصہ میں کئی ہزار بچے اس درجہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔

کُل تعداد طلبہ دار العلوم حقانیہ درجہ عربی و فارسی ——— ۸۳۰

کُل تعداد اساتذہ کرام ——— ۱۷

اخراجات

ماہانہ خرچ کا تخمینہ اوسطاً ——— ساڑھے چھ ہزار روپے (۶۵۰۰/-)

سالانہ اخراجات کا بجٹ سالِ رواں (۱۹۵۸ء) ——— اٹھہتر ہزار روپے (۷۸۰۰۰/-)

درجہ عربی کے تمام طلباء کی ضروریات (مثلاً کتب، قیام و طعام، روشنی ادویہ، صابن، ضروریات امتحانات وغیرہ کا دار العلوم کفیل ہے — مطبخ سے اس سال ۲۰۰ طلباء کو صبح و شام کھانا دیا جاتا رہا ہے۔

تعمیرات

تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی لاگت سے دار العلوم کے لیے ایک شاندار عمارت تعمیر ہو چکی ہے، جو درسگاہوں اور دفاتر پر مشتمل ہے۔

دار الاقامہ و مسجد کی تعمیر کی حالاً اشد ضرورت ہے جس پر کئی لاکھ روپیہ کی لاگت کا تخمینہ ہے۔

تعلیم یافتہ طبقہ کو چیلنج !

مغربی پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں اسلام کی خدمت

جو ایک عالم دین حضرت مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے۔ کیا آپ سب نے مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اتنی کی ہے حالانکہ آپ نے مملکت پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے۔

تقسیمِ ملک کے بعد علماء کرام نے

پاکستان میں بقاء و احیاء اسلام کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں، کیا پاکستان کا تعلیمیافتہ طبقہ جو برسرِ اقتدار ہے، وہ احیاء دین کی خدمات کا کوئی نمونہ پیش کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

دُعاء

اے حق پرست علماء کرام! خدا تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور جنت الفردوس کا داخلہ نصیب فرمائے۔

اور اے (جدید) تعلیمیافتہ حضرات! خدا تعالیٰ تمہیں بھی اس قسم کی خدماتِ جلیلہ کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سرخرو ہو جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

کارفرما ہے ابھی تک جذبۂ پیرِ مغاں
مستیٔ رنداں وہی ہے گرمیٔ محفل وہی

*

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں